دینی مدارس سب سے بڑے رفاہی ادارے

پنجاب کے اس دور دراز گاؤں میں ایک صدی پہلے اللہ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا نام تک نہیں تھا۔ یہ گاؤں بنیادی طور پر کسی ہندو بنیے نے آباد کیا تھا۔ یہ بنیا سود پر رقم دینے کے علاوہ کپڑے کا کام کرتا تھا، وہ یہاں آ کر آباد ہوا تو اس کی دیکھا دیکھی دوسرے بنیے بھی یہاں اٹھ آئے۔ یوں آہستہ آہستہ بنجر زمینیں آباد ہونے لگیں، مکان بنے، ڈیوڑھیاں آباد ہوئیں اور اس ویرانے میں بھی رونقیں ہونے لگیں۔ آج سے سوسال پہلے جب کلکتہ میں قحط پڑا اور وہاں کے مسلمانوں نے ہجرت شروع کی تو کچھ لوگ دربدر پھرتے پھراتے "رام نگر" آ نکلے، اس گاؤں میں ہاریوں کی ضرورت تھی۔ گاؤں کے بنیے جمع ہوئے، انھوں نے ان خاندانوں کے انٹرویو کیے اور اس شرط پر انہیں گاؤں سے ذرا ہٹ کر آباد ہونے کی اجازت دے دی کہ یہ لوگ گاؤں میں مسجد بنائیں گے اور نہ ہی اذان دیں گے۔ یہ لوگ بھی صرف نام کے مسلمان تھے، ان کی عبادت بھی "اللہ ھو" تک محدود تھی، لہٰذا ان لوگوں نے بنیوں کی شرط مان لی، ان لوگوں نے گاؤں سے باہر جھگیاں ڈالیں اور وہاں آباد ہوگئے۔ یہ لوگ بنیوں کے کھیتوں میں کام کرتے تھے، ان کی حجامت بناتے تھے اور ان کے جوتے گانٹھتے تھے۔ یہ شاید ۱۸۷۰ء یا ۱۸۸۰ء کی بات تھی، کسی دارالعلوم کا کوئی طالب علم اس گاؤں کے قریب سے گزرا، یہ بارشوں کا موسم تھا، اس طالب علم کو بارش نے آ گھیرا...... اس نے پہلے برگد کے درخت کے نیچے پناہ لی لیکن جب پانی اس کے ٹخنوں تک آ پہنچا تو اس نے گھبرا کر آگے پیچھے دیکھا، اسے دور چند دھندلے دھندلے مکان دکھائی دیئے، وہ بارش سے بچنے کے لیے اس طرف نکلا۔ یہ اس گاؤں کی مسلم آبادی تھی۔ اس نے ایک جھگی کے دروازے پر دستک دی، اندر ایک موچی جوتا گانٹھ رہا تھا۔ طالب علم نے پناہ کی درخواست کی، موچی اسے اندر لے آیا۔ یہ موچی مسلمان تھا...... لیکن اسے کلمہ تک نہیں آتا تھا۔ طالب علم نے موچی سے اس کا نام پوچھا، موچی نے بتایا "رام حسین" طالب علم یہ نیم ہندوانہ نام سن کر پریشان ہوگیا، وہ دو تین گھنٹے وہاں رہا، اس دورانیے میں اسے معلوم ہوا مناسک اور فرائض تو رہے ایک طرف، یہ لوگ تو اپنے اسلامی نام تک بھول چکے ہیں۔ شام کو بارش تھمی تو طالب علم وہاں سے نکلا اور اس نے واپس دارالعلوم جا کر ساری واردات بیان کی۔ رات کو دارالعلوم کے بڑے بیٹھے اور انھوں نے اسی نوجوان کو اس گاؤں میں اسلام پھیلانے کی ذمہ داری سونپ دی۔ دوسرے دن اس نوجوان نے بستر باندھا اور اس گاؤں میں ڈیرا ڈال دیا۔ اس نے سب سے پہلے زمین کا ایک

ٹکڑا صاف کیا، حاشیہ لگایا، اس حاشیے کے گرد پتھروں کی حد بندی کی، قبلہ رو کھڑا ہوا اور پہلی اذان دی۔ پہلے روز اس مسجد کا صرف وہی نمازی تھا، لوگ اس کے ارد گرد کھڑے ہو کر اس کے رکوع وسجود کو حیرت سے دیکھتے۔ شام کو اسے بڑے لالہ جی کے دربار میں طلب کرلیا گیا۔ اس کی پیشی ہوئی اور اس سے اس گستاخی کی وجہ پوچھی گئی، نوجوان ہوشیار تھا، اس نے برطانوی قانون کی ایک کتاب نکالی اور لالہ جی کے سامنے رکھ دی، کتاب کہتی تھی جس علاقے میں مسلمان آباد ہوں وہاں کسی دوسرے مذہب کا شخص کسی کو مسجد بنانے سے باز نہیں رکھ سکتا۔ نوجوان نے دارالعلوم کی سند دکھائی، کچی آبادی میں آباد مسلمانوں کی تعداد بتائی اور پھر لالہ جی سے کہا: ''جناب آپ مجھے قانوناً یہاں مسجد بنانے، اذان دینے اور لوگوں کو دین کی تعلیم دینے سے نہیں روک سکتے۔'' لالہ جی پریشان ہوگئے، انھوں نے نوجوان کو تنہائی میں گفتگو کی دعوت دی، پہلے اس نے سونے چاندی کا لالچ دیا لیکن جب نوجوان نہ مانا تو انھوں نے اسے اس شرط پر کچی آبادی میں مسجد بنانے کی اجازت دے دی کہ وہ اپنی سرگرمیاں گاؤں تک نہیں بڑھائے گا، نوجوان واپس آیا اور اس نے حاشیے کے گرد ایک پکا پتھر لگا دیا۔

یہ رام نگر میں اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے نام کی بنیاد تھی۔ یہ نوجوان دن میں پانچ وقت اذان دیتا، نماز پڑھاتا اور فارغ وقت میں بچوں کو پڑھاتا، اس کچی آبادی میں آہستہ آہستہ تبدیلی ظاہر ہونے لگی۔ سب سے پہلے لوگوں کے نام اسلامی ہوئے، پھر وہ ایک دوسرے کو ''السلام علیکم'' کہنے لگے، پھر عید منائی جانے لگی، پھر باہر سے تبلیغی مشن آنے لگے، یہاں تک کہ وہ اسلامی تبدیلی بنیوں کے گاؤں پر بھی دستک دینے لگی۔ ۱۹۴۷ء میں جب پاکستان بنا تو اس گاؤں کے ۸۰ فیصد لوگ مسلمان تھے، تقسیم کا عمل وقوع پذیر ہوا تو لالے ہندوستان چلے گئے اور وہ سارا گاؤں مسلمانوں کو منتقل ہوگیا۔ اب اس گاؤں کا نام محمد نگر ہے، اس میں ۶ ہزار مسلمان آباد ہیں۔ اس میں ۴ مساجد اور دو مدارس ہیں اور اس کی دو تہائی آبادی تعلیم یافتہ ہے جب کہ تمام مرد وزن قرآنی تعلیمات سے بہرہ مند ہیں۔

محمد نگر ہی نہیں برصغیر پاک وہند کے سینکڑوں شہروں اور ہزاروں لاکھوں دیہاتوں میں اگر آج اسلام اور مسلمان دکھائی دے رہے ہیں، اگر قبرستانوں میں اسلامی طریقے سے مُردوں کی تدفین ہو رہی ہے، اگر لوگ شادی بیاہ پر نکاح کر رہے ہیں، اگر بچیوں کے سروں پر دوپٹے اور بچوں کے بالوں پر ٹوپیاں نظر آتی ہیں اور اگر آبادیوں میں مساجد موجود ہیں اور ان مساجد میں پانچ وقت اللہ کا نام لیا جاتا ہے تو اس کی واحد وجہ رام نگر کے اس نوجوان جیسے وہ نوجوان ہیں جو مدارس سے نکلے، انھوں نے کفرستانوں کا راستہ لیا، وہاں زمین کے چھوٹے ٹکڑوں پر چونے سے حاشیے لگائے اور ان حاشیوں کے ایک کونے میں کھڑے ہو کر ''اللہ اکبر...... اللہ اکبر'' کی صدائیں بلند کیں۔ برصغیر پاک وہند میں مدارس پہلی ''این جی اوز'' ہیں۔ ان مدارس نے نہ صرف لوگوں کو دین کی تعلیم دی بلکہ انھوں نے ان

علاقوں میں روایتی تعلیم کا بندوبست بھی کیا جہاں اسکول کا تصور تک ممکن نہیں تھا۔ان مدارس نے معیار زندگی میں اضافے میں بھی بڑی بڑی خدمات سرانجام دیں۔ یہ مدارس ہی ہیں جنھوں نے چوتھی صدی عیسوی کے معیارِ زندگی کے لوگوں کو پانی ابال کر پینے، رفع حاجت کے بعد صفائی، کپڑوں، چیزوں اور بستروں کو گندگی سے بچا کر رکھنے کا درس دیا۔جنھوں نے چھوٹے بڑے کے احترام، ناپ تول میں بے ایمانی سے بچاؤ، جھوٹ سے پرہیز اور سچ بولنے کی عادت ڈالی۔ یہ وہ این جی اوز ہیں جو پچھلے ۱۴۰۰ سال سے دنیا اور ایک ہزار برس سے برصغیر میں خدمات سرانجام دے رہی ہیں۔اس وقت بھی جب پاکستان میں ۶۴ ارب روپے کا سالانہ بجٹ ملک میں تعلیمی انقلاب لانے میں پوری طرح ناکام رہا ہے، اسکول، کالج اور یونی ورسٹیاں تعلیم یافتہ شہری پیدا کرنے میں کامیاب نہیں ہو رہیں۔ یہ مدارس ہی ہیں جو حکومت سے کسی قسم کی مالی اور انتظامی امداد لیے بغیر ۲۰ سے ۲۵ لاکھ طلبہ کو تعلیم بھی دے رہے ہیں، رہائش بھی اور کھانا بھی......اس وقت ملک میں دینی اداروں کے پانچ بورڈ ہیں۔ان بورڈز میں ۱۳ ہزار بڑے مدارس رجسٹرڈ ہیں۔ان ۱۳ ہزار مدارس میں ۲۰ سے ۲۵ لاکھ طالب علم پڑھتے ہیں جب کہ پورے ملک میں خواتین کے دس ہزار مدارس ہیں۔ان مدارس میں قرآن مجید حفظ کرایا جاتا ہے، اس کے ساتھ پرائمری، مڈل اور ہائی اسکول کی تعلیم بھی دی جاتی ہے، جمعیت تعلیم القرآن ٹرسٹ کی مثال لے لیجیے! اس ادارے کے ملک میں ۱۵۰۰ مدارس ہیں جن میں ۶۳۷ مدارس ''آزاد کشمیر'' شمالی علاقہ جات اور پنجاب میں کام کررہے ہیں۔ یہ ٹرسٹ ملک بھر کی ۶۰ جیلوں میں قیدیوں کے لیے ایک ہزار کلاسیں چلا رہا ہے۔ یوں صرف ایک ٹرسٹ ایک لاکھ طلبہ کو تعلیم دے رہا ہے۔ پچھلے ایک عشرے سے ملک بھر میں اقراء طرز کے مدارس کام کررہے ہیں، ان مدارس کی تعداد بھی ۲۰ ہزار سے زائد ہے۔صرف کراچی شہر میں ۱۰ ہزار ایسے مدارس ہیں جو دینی تعلیم کے ساتھ ساتھ بچوں اور بچیوں کو پرائمری لیول کی تعلیم دیتے ہیں۔ مڈل لیول کے ۸ ہزار دارالعلوم ان کے علاوہ ہیں۔ اقراء طرز کے مدارس میں اقراء روضۃ الاطفال زیادہ معروف ہیں۔ خدام القرآن ایک ہزار سے زائد چھوٹے بڑے مدارس چلا رہی ہے، آپ کسی شہر میں چلے جائیں آپ کو وہاں ان جماعتوں کے مدارس ملیں گے، ایک اندازے کے مطابق وفاق المدارس میں دیوبندی مکتب فکر کے مجموعی طور پر ۸ ہزار ۳ مدارس رجسٹرڈ ہیں، بریلویوں کے تنظیم المدارس میں ۳ ہزار، جماعت اسلامی کے رابطۃ المدارس میں ۶۰۰ اور اہل حدیث کے وفاق المدارس السّلفیہ میں ۴۳۰ مدارس رجسٹرڈ ہیں۔ یہ مدارس حفظ کے ساتھ ساتھ ایم اے تک تعلیم بھی دیتے ہیں۔ جب کہ تمام مسجدوں میں جو چھوٹے بڑے مدارس قائم ہیں ان کی تعداد لاکھوں میں چلی جاتی ہے۔ ایسے مدارس کی تعداد بھی کسی طرح کم نہیں جو عشروں سے شہر شہر، قصبے قصبے کام کررہے ہیں لیکن ان کی انتظامیہ نے انہیں کسی بورڈ میں رجسٹرڈ نہیں کرایا۔

۲۰۰۱ء دسمبر میں پنجاب حکومت نے پنجاب کے ۸ بڑے شہروں میں قائم مدارس کا جائزہ لیا تھا، اس جائزے

میں پتہ چلا صرف لاہور، گوجرانوالہ، راولپنڈی، فیصل آباد، سرگودھا، ملتان، ڈی جی خان اور بہاولپور میں ۲ ہزار ۵۹۵ مدارس ہیں جن میں دولاکھ ۵۲ ہزار ۱۲۵ طالب علم پڑھ رہے ہیں۔ لاہور میں دیوبندی، بریلوی اور اہل حدیث کے ۳۵۶ مدارس ہیں، گوجرانوالہ میں ۱۵۴، راولپنڈی میں ۱۸۶، فیصل آباد میں ۱۲۴، سرگودھا میں ۱۶۴، ملتان ۳۶۳، ڈی جی خان میں ۳۹۷ اور بہاولپور میں ۱۷۹ مدارس قائم ہیں۔ ابھی سرحد، بلوچستان اور سندھ میں مدارس باقی تھے کہ حکومت کو مدارس کی طرف سے شدید ردعمل کا سامنا ہوا اور اس نے سروے کا کام روک دیا۔

ان مدارس کے علاوہ پاکستان میں ۲ ہزار کے قریب دینی رفاہی ادارے بھی کام کر رہے ہیں۔ یہ ادارے بھی بنیادی طور پر مدارس ہی کوکھ سے پیدا ہوئے ہیں۔ یہ ادارے ملک بھر میں رفاہی کام کرتے ہیں، اسپتال بناتے ہیں، فری ڈسپنسریاں چلاتے ہیں، ایمبولنس سروس، بلڈ بینک، پکی پکائی روٹی کے پلانٹ لگاتے ہیں، پُل، سڑکیں اور نالیاں تک پکی کرتے ہیں۔ آپ اس ضمن میں ''الرشید ٹرسٹ'' کی مثال لے سکتے ہیں۔ یہ ٹرسٹ صرف پاکستان ہی نہیں بلکہ افغانستان اور کوسوو میں بھی رفاہی کام کر رہا ہے، یہ دو ہزار ادارے ملکی سطح پر تعمیر و ترقی کے بہت کام کر رہے ہیں۔ آپ ان اداروں کا کام دیکھیں اور حکومت کے پاس رجسٹر ولایتی این جی اوز کے کارناموں کا جائزہ لیں آپ کو زمین آسمان کا فرق ملے گا۔ بات ولایتی این جی اوز کی چلی ہے تو صرف پنجاب میں ۶۵ ہزار رفاہی این جی اوز رجسٹر ہیں۔ یہ این جی اوز ہر سال تعلیم، صحت، ماحولیاتی آلودگی اور صفائی کے نام پر ملک اور بیرون ملک سے اربوں ڈالر حاصل کرتی ہیں...... لیکن یہ سرمایہ مظلوموں تک پہنچنے سے پہلے ہی غائب ہو جاتا ہے۔ ان این جی اوز کے بارے میں کینیڈا کے ایک ماہر نے کیا خوب کہا تھا: ''اب تک جو رقوم یہ این جی اوز حاصل کر چکی ہیں اگر گراؤنڈ پر اس کا دس فیصد بھی خرچ ہو جاتا تو پاکستان کا شمار ترقی یافتہ ممالک میں ہوتا۔'' کینیڈا کے ماہر کی تجزیہ سو فیصد درست ہے۔ واقعی پاکستان میں رجسٹرڈ این جی اوز کرپشن اور لوٹ کھسوٹ کا ایک ایسا کچرا گھر ہیں جو سڑاند پھیلانے کے سوا کچھ نہیں کرتا جب کہ اس کے مقابلے میں دینی رفاہی ادارے حکومت سے ایک پیسہ نہیں لیتے، اپنی مدد آپ یا لوگوں کے صدقات جمع کرتے ہیں اور پھر یہ رقم نہایت ایمان داری سے غریب عوام کی فلاح و بہبود پر خرچ کر دیتے ہیں۔

حکومت پاکستان ہر سال یہ اعلان کرتی ہے کہ پاکستان میں معیارِ تعلیم میں اضافہ ہو رہا ہے، شرح خواندگی بھی بڑھ رہی ہے، حکومت کے یہ دعوے ٹھیک ہیں، ہم نے دس برس میں شرح خواندگی میں دس فیصد اضافہ کیا۔ اب پاکستان کے ۴۵ فیصد لوگ پڑھے لکھے ہیں لیکن کوئی شخص اس امر پر غور نہیں کرتا کہ یہ شرح بڑھائی کس نے؟ یقین کیجیے شرح خواندگی میں اضافے کا سہرا مدارس کے سر بندھتا ہے، یہ وہ مدارس ہیں جو سرکاری اور غیر ملکی امداد کے بغیر تعلیم سے محروم بچوں کو روایتی اور دینی علم دیتے ہیں۔ آپ دیکھیے جس علاقے میں سرکاری اسکول قائم ہے آپ کو وہاں گرد و پیش میں غیر تعلیم یافتہ لوگ اور ان پڑھ بچے مل جائیں گے لیکن جس علاقے میں کوئی مدرسہ قائم ہوگا آپ کو

وہاں خواندگی ملے گی، کیا کسی سرکاری بقراط نے بھی اس پر غور کیا؟ آپ امریکا کی مثال لیں، اس وقت امریکا میں مسلمانوں کے ۱۶۵ مدارس ہیں۔ یہ مدارس بھی امریکی امداد کے بغیر چل رہے ہیں، ان مدارس میں دینی تعلیم کے ساتھ ساتھ جدید عصری تعلیم بھی دی جاتی ہے اور امریکا کا کہنا ہے: ''ہم حیران ہیں یہ ادارے کیسے چل رہے ہیں اور اتنے نظم وضبط اور کامیابی سے آگے بڑھ رہے ہیں۔'' امریکیوں کی پریشانی بجا ہے، خود پاکستان کے اندر ۲۴ بڑے اور دو تین لاکھ چھوٹے ادارے ہیں۔ آج تک کسی نے غور نہیں کیا کہ یہ مدارس کس خوبی سے چل رہے ہیں اور ملک میں کس انقلاب کی بنیاد رکھ رہے ہیں۔ آپ ملک کے طول وعرض پر قائم اسکولوں کا جائزہ لیں آپ کو ایسے سینکڑوں اسکول اور کالج ملیں گے جو بنے اور بعد ازاں بند ہوگئے...... لیکن آپ کو پورے ملک میں کوئی ایسا مدرسہ نظر نہیں آئے گا جو ایک بار قائم ہوا اور پھر تھوڑے عرصہ بعد بند ہوگیا ہو۔ یہ ایک ایسا خیر کا کام ہے جس جگہ ایک بار اس کا بیج پڑ گیا بس اس کے بعد دنیا کی کوئی طاقت اسے تناور درخت بننے سے نہیں روک سکتی۔ ہمارے سامنے ایسی ہزاروں مثالیں ہیں۔ کسی صبح کسی باریش شخص نے زمین کا کوئی ٹکڑا صاف کیا، اس پر کھردری چٹائی بچھائی، اس چٹائی پر کسی بچے کو بٹھایا اور پھر اس سے کہا: ''پڑھو بیٹے! الف لام میم'' اور پھر دنیا نے چٹائی کے آگے پیچھے بنیادیں کھدتے، بنیادوں کو دیواریں بنتے اور دیواروں پر چھت پڑتے دیکھا اور پھر سال دو سال بعد اس جگہ سینکڑوں بچوں کو قرآن مجید پڑھتے اور اپنے رب کا شکر ادا کرتے پایا۔ آج تک یہ معلوم نہیں ہوسکا، چٹائی سے عمارت تک کا یہ سفر کیسے طے ہوا؟ وہ کون لوگ ہیں جنھوں نے مدرسے کی تعمیر کے لیے رقم اور وقت دیا؟ یہ اللہ کا کرم ہے! یہ خیر کے کاموں کا کمال ہے!

آپ دلچسپ بات ملاحظہ کیجیے! ہماری حکومت اور بش کا امریکا اس سلسلے کو بند کرنا چاہتا ہے۔ وہ خیر کا یہ سلسلہ بھی منقطع کرنا چاہتے ہیں کیوں کرنا چاہتے ہیں؟ اس کا جواب آپ کو اپنے دل سے ملے گا، آپ ذرا اپنے دل سے پوچھ کر تو دیکھیے۔

اپنے گھر والوں کی آخرت کی فکر

قرآن پاک میں اللہ تبارک تعالیٰ کا ارشاد گرامی ہے: ﴿قوا انفسکم واھلیکم نارا﴾

ترجمہ: بچاؤ اپنے آپ کو اور اپنے اہل وعیال کو جہنم کی آگ سے!

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس آیت کی تفسیر بیان کرتے ہوئے فرمایا:

''اللہ کی اطاعت اختیار کرو اور اس کی نافرمانی سے بچو۔ اور اپنے بچوں کو اوامر کے امتثال اور نواہی سے اجتناب کا حکم کرو۔ یہ ان کے لیے اور تمہارے لیے جہنم سے بچنے کا ذریعہ ہے۔''

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے:

''نرمی کسی چیز میں اختیار نہیں کی جاتی، مگر یہ کہ وہ اسے زینت بخشتی ہے۔ اور اس کے کسی بھی چیز سے دور نہیں کیا جاتا، مگر یہ کہ اسے عیب دار بنا دیتی ہے۔''

مراسلہ: ابوالفضل